ڈاکٹر فرخندہ ضمیر

Associat Professor, Arbab Mantion, Azad Nagar, Ajmer

آزادیٔ نسواں کی علم بردار رضیہ سلطان

Abstract

Inequality between the sexes is a global phenomenon today. Despite all the odds, a lady still needs to struggle to survive. A powerful woman is the pinnacle of brilliance and inspiration in such a sexist culture. Since the dawn of history, Razia Sultana, the first and final woman to reign the Delhi Sultanate, has been indelibly etched into the annals of the people.

The title of "Sultan" has never been given to a woman in history because no woman has held the position of power. Strong and courageous, Razia Sultana governed with her independent thought. She is renowned for shattering preconceptions and for her fearlessness and effectiveness. She fearlessly disregarded conservative customs and showed the nation for the first time that gender did not determine one's abilities.

اسلام عورت کے حقوق کا داعی ہے۔ حقوق نسواں روز اول سے عالم گیر نظریہ رہا ہے۔ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن میں بارہا عورت اور مرد کو برابری کا درجہ دیا گیا ہے۔ پیغمبر کی زندگی میں بھی ہمیں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جہاں عورت کو مرد پر فوقیت دی گئی۔ آپ کی زندگی خود ایک روشن مثال ہے کہ آپ نے دور جہالت میں خواتین کہ پامال حقوق کو دلوایا اور انھیں سماج میں معتبر مقام عطا کیا۔ عورتوں کی عزت کرنا سکھایا۔ لیکن اسلامی برادری نے اپنے رسول کی اتباع چھوڑ کر دورِ جاہلیت کی فرسودہ روایتوں کو اپنا کر عورتوں کے حقوق کو پامال کیا اور اسے دوسرے درجہ کا شہری بنا دیا۔ مغرب یوں تو

حقوق نسواں کا بہت بڑا علم بردار بنتا ہے وہاں بھی عورت کو وہ حیثیت حاصل نہیں تھی جس کی وہ حقدار تھی۔ صنف اور جنس کو بنیاد بنا کر بغیر سماجی سطح پر برابری کے حقوق کے لئے مغرب کی عورت کو بہت جدّ و جہد کرنا پڑی۔ 'فیمینسٹ' لفظ کا تصور 1837 میں وجود میں آیا۔ اس کے بعد ہی مغرب میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوا۔ 1920 میں ''آزادی نسواں'' تحریک کی شروعات ہوئی، جس میں قانونی اور سماجی سطح پر مرد وعورت کے حقوق یکساں ہیں کا نعرہ دیا گیا اور ''ومن امپاورمینٹ'' بااختیار خواتین کے نظریہ پر عمل شروع ہوا اور تمام دنیا کی سوشل میڈیا میں اس نظریہ کے تحت عورتوں کے حقوق کے لئے آواز اٹھائی گئی۔ جب اس فیمینیزم لفظ کا وجود ہی نہیں تھا اس وقت التمش کے محل میں 1214ء میں رضیہ سلطان کی پیدائش ہوئی، چونکہ التمش ایک دین دار متقی، پرہیز گار عاشق رسولؐ بادشاہ تھا اس لئے اس نے بھی اپنے پیارے نبیؐ کی اتباع کی اور رضیہ کی پرورش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس وقت مشرقی ملکوں میں عورت کی حیثیت صرف پردہ نشین خاتون کی تھی۔ پس پردہ ہی وہ کوئی کام کر سکتی تھی۔ کہیں اسے داسی بنا کر لوٹا گیا تو کہیں اسے چتا کے حوالے کر دیا گیا۔ اس دور میں سلطان التمش نے اپنی قرۃ العین کی پرورش اس طرح کی کہ بیٹوں اور بیٹیوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا۔ رضیہ ایک صنفِ نازک یعنی وہ نازک اندام بیل جو بنا کسی تناور درخت کے سہارے آگے نہیں بڑھ سکتی تھی اس وقت وہ تناور درخت اس کے والد التمش نے اپنی پیاری بیٹی کی پرورش اس انداز میں کی کہ اسے دنیا کے سرد و گرم سے نبرد آزما ہونے کا گر سکھایا کہ وہ کس طرح مخالف سمت ہواؤں کے سامنے مضبوطی سے کھڑی رہ سکے اور پھر تاریخ نے رضیہ سلطان کے عزم اور حوصلہ کو دیکھا۔ سلطان التمش نے اپنی بیٹی کی تعلیم و تربیت پر بہت توجہ دی۔ بقول طالب الہاشمی ''رضیہ نے ابتدا میں قرآن پاک پڑھا۔ پھر اونچے درجے کے علماء سے مروّجہ علوم کی تعلیم پائی۔ اس کے ساتھ ہی عربی فارسی اور ترکی میں اعلیٰ دست گاہ حاصل کی۔ علاوہ ازیں اس نے فنونِ حرب وضرب بھی سیکھے اور شہ سواری شمشیر زنی، نشانے بازی میں بھی طاق ہو گئی۔ اس کے اعلیٰ اوصاف وخصائل کی بنا پر التمش اس کو بے حد عزیز جانتا تھا۔ وہ اس کو کاروبار حکومت چلانے کے گر بھی بتاتا تھا اور وقتاً فوقتاً امور حکومت میں مشورہ بھی لیتا تھا۔ اگر کسی مہم کے سلسلے میں اسے دارالخلافہ سے باہر جانا پڑتا تو بیٹوں کی موجودگی کے باوجود وہ رضیہ ہی کو اپنا جانشین بنا کر جاتا۔ وہ اس کی غیر حاضری میں حکومت کے تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتی اور نظم و نسق میں کسی قسم کا خلل نہ پڑنے دیتی۔ اس طرح اس کو التمش

کی زندگی میں ہی حکومت سنبھالنے اور انتظامی امور سے نپٹنے کی اصلی تربیت مل گئی تھی۔‘‘

(تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، ص 275)

سلطان التمش بہت نیک متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔انھوں نے سنت محمدیؐ پر چلتے ہوئے اپنی بیٹی سے بہت محبت کی۔اس کی پرورش اس انداز سے کی کہ اسے گوہر نایاب بنادیا اور تاریخ میں رضیہ سلطان کا نام سنہرے الفاظ میں درج ہوگیا۔رضیہ میں خود اعتمادی اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت باپ کی بھرپور شفقت و محبت کی بنا پر حاصل ہوئی تھی۔ جب ہمارے ملک میں عورت سات پردوں میں چھپا کر رکھی جاتی تھی۔مغرب میں بھی عورت کے حقوق کے لئے جدّ و جہد چل رہی تھی اس وقت رضیہ نہ صرف امورِ حکومت سنبھال رہی تھی بلکہ وہ صنف نازک میدان جنگ میں بھاری بھرکم ہتھیاروں سے لیس ہوکر فوج کی قیادت کر رہی تھی۔روایت ہے کہ ایک مرتبہ سلطان التمش رضیہ کو لے کر خواجہ بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے اسے دعا دیتے ہوئے کہا: ’’یہ دختر مردوں پر بھاری ہے۔‘‘

جب التمش نے رضیہ کو اپنا جانشین مقرر کردیا تو پورے ملک اور خاندان میں مخالفت شروع ہوگئی کہ ایک عورت حکمراں کیسے ہوسکتی ہے۔التمش کی حیات میں تو کسی کی سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی لیکن اس کے 1331ء میں انتقال کے بعد وصیت پر عمل نہیں کیا گیا اور امیروں نے شہزادہ رکن الدین کو سلطان بنادیا لیکن وہ عیاّش و نااہل تھا۔غیر مناسب سرگرمیوں میں منسلک ہوگیا۔اس کی والدہ ترکان خاتون بہت ظالم عورت تھی اس نے التمش کی تمام بیویوں کو قتل کروادیا۔ایک بیٹے کو اندھا کر کے زندان میں ڈلوادیا۔ جب رضیہ کو بھی قتل کرنے کی سازش رچی گئی تو رضیہ نے لال لباس پہنا جو کہ اس زمانے میں فریادی پہنتے تھے اور عوام کے سامنے پہنچ کر التمش کی وصیت کی یاد دلائی۔عوام میں بے چینی تھی ہر جگہ افراتفری کا عالم تھا حکومت کا نظام درہم برہم ہوگیا تھا۔سب کا خیال تھا کہ رضیہ عام خاتون کی طرح رودھو کر چپ ہوجائے گی اور مخالفت نہیں کر پائے گی لیکن رضیہ آزادی نسواں کی علم بردار وہ خاتون تھی مردان عقل حکیمان اور خود اعتمادی و دیعت ہوئی تھی۔ وہ عام عورت نہیں تھی۔اس نے دہلی کے لوگوں کی مدد سے 19 نومبر 1236 کو رکن الدین کو شکست دی اور تخت پر جلوہ نشیں ہوگئی عوام کا اسے بھرپور پیار ملا۔رضیہ نے تخت سنبھالتے ہی مردان لباس یعنی ’’قبا‘‘ اور ’’کلاہ‘‘ پہن کر رخ روشن کو بے نقاب کر تخت پر جلوہ افروز ہوئی تو اس شانِ تمکنت اور بے باکی پر سب امراء اور درباری حیران رہ گئے، چہ می گوئیاں ہوئیں لیکن رضیہ کی

بارعب آواز نے سب کو خاموش کر دیا۔ اور خود کو رضیہ سلطان کہلوانا پسند کیا۔ کیونکہ سلطانہ کا مطلب سلطان کی بیوی ہوتا ہے یعنی دوسرے درجہ کی خاتون۔ رضیہ میں یہ خودداری یہ جی داری اس سے پہلے کسی خاتون میں نہیں تھی۔ رضیہ اب تک کی تاریخ میں واحد سلطان خاتون تھی۔ اور یہ ہی بات امیر اور ملِک ناپسند کرتے تھے۔ وہ اسے اپنے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنانا چاہتے تھے لیکن رضیہ نے نظام حکومت، نظام عدالت، جنگی معاملات خود کے ہاتھ میں لئے اور ایک خودمختار حکمراں کی حیثیت سے حکومت کا سارا نظام سنبھال لیا۔ اس نے حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے کئی اہم فیصلہ لئے۔ اختیار الدین کو امیر حاجب کا عہدہ دیا، ملک جمال الدین یاقوت جو کہ والد کا خاص وفادار تھا اس کو امیر آخور یعنی امیر اصطبل بنا دیا۔ یاقوت ابیسینیا کا تھا اس لئے ترک امیروں کو یہ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ رضیہ اور یاقوت کے عشق ومحبت کے بے بنیاد قصّوں کو پھیلا دیا تا کہ رضیہ پر الزام تراشی کر کے تخت سے اتار سکیں۔ عزالدین کبیر خان کو لاہور کا حاکم بنایا۔ امیر اختیار الدین التونیہ کو بھٹنڈا کا حاکم مقرر کیا۔ طبقات ناصری میں منہاج السراج لکھتا ہے کہ ''رضیہ ایک عظیم سلطان تھی۔ وہ، انصاف پسند فراخ دل عوام کی خیر خواہ اور فوج کی سپہ سالار تھی رضی خود اعتماد وخودمختار وآزاد تھی اس لئے ترک امیروں کو وہ ناپسند تھی'' جو مردوں کی طرح کام کرتی ہو۔ میدان جنگ میں خود فوج کی قیادت کرتی ہو۔ ان کی نظر میں یہ خصوصیات صنفِ نازک پر زیب نہیں دیتی۔ وہ اس کی آزادیٔ نسواں سے نفرت کرتے تھے، ان کی انانیت اس بات کو تسلیم نہیں کرتی تھی کہ عورت ان پر حکمرانی کرے۔ ان کی نظر میں عورت تو سر جھکائے جی حضوری کرتی ہی اچھی لگتی ہے۔ کئی امراء ملِک رضیہ کے خلاف خفیہ سازشوں میں مبتلا تھے لیکن رضیہ نے مدبّرانا انداز وحکمت عملی سے ان سازشوں کو کچل دیا۔ رضیہ نسوانی حسن و جمال کی پیکر تھی۔ اس کی شجاعت وبہادری سے مرعوب ہو کر کئی حاکم دل ہار بیٹھے تھے۔ ان میں ایک بھٹنڈا کا حاکم ملک التونیہ بھی تھا۔ اس نے ترک امراء کی اڑائی ہوئی خبر سنی کہ رضیہ کی التفات نظر سیاہ فام غلام امیر یاقوت پر ہے تو وہ رقابت سے جل گیا اور لاہور کے حاکم عزالدین کو ساتھ ملا کر رضیہ کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ دہلی کے امراء وحاکم پہلے ہی رضیہ کے خلاف تھے اس لئے وہ بھی رضیہ کے خلاف التونیہ کے ساتھ ہو گئے۔ رضیہ اس بغاوت کو کچلنے کے لئے نکل پڑی لیکن راستہ میں ہی اسے باغیوں نے گھیر لیا۔ ان سے معرکہ جاری تھا کہ التونیہ بھی لشکر لیکر پہنچ گیا۔ شدید لڑائی ہوئی، رضیہ کے وفادار غلام یاقوت کے لئے یہ افواہ اڑائی گئی کہ وہ قتل ہو گیا۔ رضیہ اس خبر سے دلبرداشتہ ہو گئی۔ اور قید کر لی گئی۔ باغی تو اس لمحہ کا انتظار کر رہے

تھے انھوں نے فائدہ اٹھا کر اس کے بھائی معزالدین بہرام شاہ کو تخت پر بٹھا کر سلطان بنادیا۔ منہاج السراج کے مطابق رضیہ نے 3 سال 6 ماہ اور 2 دن حکومت کی۔

رضیہ سلطان کو التونیہ بہت پسند کرتا تھا اس لئے اس نے رضیہ کو قتل کرنے کے بجائے شادی کا پیغام بھیجا۔ رضیہ نے چارونا چار اس پیغام کو قبول کرلیا اور التونیہ کے نکاح میں آ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ التونیہ کی رفاقت اس نے دہلی کے تخت کو حاصل کرنے کے لئے قبول کی تھی۔ التونیہ کو رضیہ نے دہلی کا تخت حاصل کرنے کے لئے راضی کرلیا اور اپنی جنگجویانہ صلاحیتوں سے جاٹوں اور آس پاس کے زمینداروں کی حمایت حاصل کر کے لشکر تیار کیا اور چڑھائی کردی۔ معزالدین بہرام شاہ کے بہنوئی اعزازالدین بلبن لشکر سمیت مقابلہ کے لئے آیا۔ شدید جنگ ہوئی لیکن التونیہ اور رضیہ کی شجاعت و بہادری کے باوجود انھیں ہار ہوئی۔ رضہ نے دوبارہ اپنی منتشر فوج کو جمع کر کے حملہ کیا لیکن اس مرتبہ بھی ہار کا سامنا کرنا پڑا۔

رضیہ اور التونیہ زخموں سے چور بھوک پیاس سے بے حال تھے۔ جدھر ہوا کا رخ ہوا ادھر نکل گئے 31 اکتوبر 1240 کو انتقال ہوگیا۔ ان کی موت اور مدفن کے متعلق مختلف رائے ہیں۔ ٹونک کالج کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر صادق علی صاحب نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ رضیہ اور یاقوت ٹونک آ گئے تھے اور یہیں ان کا انتقال ہوا اور یہیں ان کے مزارات ہیں۔

رضیہ نے اتنے کم عرصہ حکومت کی لیکن عوام کی فلاح و بہبود کا اس نے بہت خیال رکھا۔ نظام حکومت کو بہ حسن وخوبی چلایا۔ جو امراء اور رئیس یہ سمجھتے تھے کہ اسے اپنے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنالیں گے لیکن وہ انگشت بدنداں دیکھتے رہ گئے کہ وہ ایک خودمختار حکمراں کی حیثیت سے کام کرتی تھی۔ چاروں طرف امن وامان اور خوشحالی تھی۔ اس نے عورتوں کے لیے ایک محکمہ قائم کیا۔ اس کے متعلق سید بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: ''معاشرے کو بدنظمی سے بچانے اور امن وامان قائم کرنے کے لئے رضیہ سلطانہ نے احتساب (پولیس) کے محکمہ کو خاص کر قائم کیا، نیز اس کے عہد میں کوئی مسلمان بے نمازی نہیں تھا۔ تمام مسجدیں آباد تھیں۔ تاجروں سے غریب اور مسکینوں اور یتیموں کی بھلائی کے لئے زکاۃ کی رقمیں باقاعدگی سے وصول کی جاتی تھیں اور پھر انھیں نہایت سلیقہ سے خرچ کیا جاتا تھا۔ مظلوموں کی فریاد کو جلد پہنچانے کے لئے اس کے باپ نے ایک طریقہ نکالا تھا۔ رضیہ نے اس کی پوری پوری پیروی کی اور صرف یہی نہیں بلکہ اس سلسلہ میں عورتوں کے لئے ایک علاحدہ محکمہ عدل بھی قائم کیا، جس کے فرائض ایک خاتون انجام

دیتی تھی فرح خانم" جو رضیہ سلطان کی مصاحب خاص تھی، غریب عورتوں کی فریاد لکھ کر رضیہ سلطان کو اس وقت پیش کرتی تھی جب رات کے وقت رضیہ سلطان کے پاس چند لمحات فرصت کے ہوتے تھے اور وہ آرام کرنے کی تیاری کر رہی ہوتی۔ سلطان اسی وقت احکام صادر کرتی اور صبح ہونے سے پہلے اس مظلوم عورت کی دادرسی ہو جاتی۔"(دس سلطان سہ 400401)

رضیہ حسن و جمال کا پیکر وہ صنف نازک تھی جو میدان جنگ میں اپنے نازک جسم پر بھاری بھر کم ہتھیار سجا کر خود فوج کی قیادت کرتی تھی۔ رضیہ ایک ایسا کوہی نور ہیرا تھی کہ اگر وہ مردوں کی انانیت پرستی کا شکار نہ ہوتی تو ہندوستان کی تاریخ ہی نہیں دنیا کی تاریخ میں اس سے زیادہ بہتر کوئی حکمران نہ ہوتا۔ خوبصورتی عقلمندی شجاعت و بہادری کا ایسا حسین سنگم کسی خاتون سلطان میں نہیں ملتا۔

☆☆☆